سلسلۂ اشاعتِ قرآن حیدرآباد دکن

جلد (۲) ماہِ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۰ ہجری نمبر (۳)

قرآنی دنیا

(مرتبہ)

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

(دفتر)

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ

سالانہ دس روپے۔ ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنی دنیا

اخبارات و رسائل

جامعہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا ماہوار علمی و ادبی رسالہ ہے۔ یہ مولانا اسلم جیراجپوری اور ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس کا ایک نمبر میری نظر سے گذرا۔ قرآن پر کوئی مضمون نہیں بلکہ لفظ قرآن بھی شاید کہیں نہیں آیا۔ ایک تو جامعہ ملیہ اسلامیہ کا آرگن۔ دوسرے مولانا اسلم جیراجپوری کی ادارت تیسرے خود اسی مشہور تعلیمی ادارہ میں مولانا خواجہ سید الحی فاروقی صاحب کا استاذ تفسیر ہونا اور اس پر جامعہ کا روح اسلام اور جانِ عالم قرآن مجید کے فضائل اور دعوت و تبلیغ سے تہی دامن ہونا باوجود سب کچھ ہونے کے پھر بھی قرآن مجید سے بے خبری اور مہجوری کا سبب ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حقیقت میں قرآن مجید روزمرہ سے نکل گیا ہے۔ اور اب یہ ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا گیا ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

جس طرح علیگڈھ۔ اور ندوۃ العلماء سے مسلمانوں کی وہ امیدیں پوری نہیں ہوئیں

جس کی ضرورت تھی اور جس کے بغیر مسلمانوں کی مغلوبیت آج تک دور نہیں ہوئی۔ اسی طرح جامعہ اسلامیہ سے بھی کوئی امید نہیں۔ کیونکہ یہاں بھی سب کچھ سہی مگر وہی نہیں ہے جسکا نام قرآن ہے حالانکہ بغیر قرآن کے انسان انسان نہیں ہو سکتا اور مسلمان مسلمان نہیں بن سکتے۔

قرآن کے ہونے سے میری مراد یہ ہے کہ قرآن کا اثر غالب ہو اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کے علم و عمل کی تکرار غالب نہ ہو اور یہی چیز ہے جو مجھکو رسالۂ جامعہ میں نظر نہیں آئی جو جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ترجمان ہے۔

بلاغ

امرتسر کا ماہوار رسالہ ہے اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

(۱) قرآنی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت۔

(۲) اختلافات کا ازالہ

(۳) حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ سے صراط مستقیم کی طرف دعوت۔

(۴) صرف قرآن مجید کو جمیع ضروریات وحی کے لئے مکتفی ثابت کرنا۔

تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ

من برائے وصل کردن آمدم نہ برائے فصل کردن آمدم

اس رسالہ کا جو نمبر میرے سامنے ہے اُس میں شروع سے آخر تک صرف قرآن مجید سے متعلق باتیں ہیں جو رسالہ کی یکرنگی کا کافی ثبوت ہے مگر قرآنی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت پر کوئی ایسا مضمون اور کوئی ایسا مشورہ نہیں جو اس مقصد کو پورا کرتا ہو۔ اس غرض کے حصول کے لئے سب سے پہلے فرقہ وارانہ جذبات سے قطعاً پرہیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن حکیم کی یہی تعلیم ہے اور آج اس سے زیادہ احسن طریقہ ملت کے شیرازہ بندی کا

اور کوئی سہے بھی نہیں۔

قرآنِ مجید کی تعلیم کو معنی و مطلب کے ساتھ عمل کی نیت سے عام کرنے پر زور دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے طریقے بتلانے کی ضرورت ہے اس کو عملاً کر کے بتلانیکی ضرورت ہے۔

پھر اس قدر فضا کو قرآنی فضا بنا دینے کی ضرورت ہے کہ مسلمان سوا قرآن کے کوئی دوسرا تذکرہ نہ کریں اور اس کے سوا اپنی فلاح و بہبود کے لئے کچھ دوسری بات نہ سوچیں، یہاں تک کہ ان کی ذہنیت قرآنی ہو جائے اور یہ خود قرآن بن جائیں۔

اختلافات کا ازالہ بھی اسی عام قرآنی تعلیم کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ ہر فرقہ کے ہر فرد کی ذہنیت اگر قرآنی ہو جائے وہ اپنا امام قرآن کو سمجھنے لگے سب کچھ قرآن سے پوچھنے لگے اور ہر بات کو قرآنی معیار پر کسنے کا خوگر ہو جائے تو ایک دن آئیگا کہ ساری فرقہ بندیاں خود بخود مٹ جائیں گی۔

مگر شروع میں ہمیں تو صرف یہی کرنا ہوگا کہ معنی و مطلب کے ساتھ عمل کی نیت سے قرآنِ مجید کو عام کرنے کی دعوت و تبلیغ کا سامان کرنا پڑے گا اور ہر فرقہ والے کو اختیار دیدینا پڑے گا کہ وہ قرآن پڑھے چاہے کسی کا ترجمہ اور کسی کی تفسیر ہو۔ مگر خیال یہ رکھنا پڑے گا کہ وہ قرآن سے ہدایت کا خواستگار رہے وہ قرآن پڑھنا چاہتا ہے۔ مترجم اور مفسر کو نہیں۔

قرآن کی دعوت و تبلیغ والے اگر اپنا دامن اختلافی مسائل کی بحث سے نہیں بچا سکتے تو وہ قیامت تک قرآن پر لوگوں کو جمع نہیں کر سکتے چاہے ان کی نیت خالص اور ان کا علم مسلّم ہو۔

اختلافات ہمیشہ رحمت ہی نہیں ہوا کرتے بلکہ کبھی تباہ و برباد بھی کر دیتے ہیں

شیعہ سنی کے اختلافات نے اسلام کی چولیں ڈھیلی کر دیں۔ سلطنتوں کی بنیادیں ڈھادیں
اور پھر بھی آج تک ان کے اختلافات دور نہ ہو سکے تو جو کام زمین کو خون سے لالہ زار
کر دینے اور تلوار کی نوک سے انجام نہ پایا اُس کو کاغذ کے صفحات کو سیاہ کرنے اور قلم کی
گھس گھس سے کیونکہ پورا کیا جا سکتا تھا۔ لہذا جب کل سے پہلے ان تدبیروں سے
کام نہ بنا تو آج پھر کیوں وہی گڑے مردے اکھیڑے جاتے ہیں۔ بیشک قرآن مجید
جمیع ضروریات کے لئے کافی ہے مگر اور دوسری چیزیں جو اسی معیار پر آجائیں وہ کیونکر
ناقابلِ قبول ہو سکتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں اصول ہیں اس کے فروع ہو سکتے ہیں۔ اس
میں قوانین ہیں جن کی شرحیں کی جا سکتی ہیں۔

قرآن مجید جب ہر قوم و ملک اور ہر زمانہ کے لئے دین و دنیاوی معاملات میں
انسانی ضروریات کا پورا کرنے والا ہے تو قرآن کے پیش کرنے والوں کو فراخ دل
اور وسیع النظر ہونا چاہئے تاکہ قول و عمل میں مطابقت ہو جائے اور واقعی قرآن
دین و دنیا کی ترقی میں قوم و ملک کا ساتھ دیتا نظر آئے۔

اشاعۃ القرآن

یہ فرقہ اہلِ قرآن کا ماہوار رسالہ ہے اس کے سرورق پر ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمانوں میں اس اُصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کیلئے

ہر طرح کافی و وافی عافی شافی ہے اور یہ عالیشان کتاب زید و عمر کی روایات کی محتاج نہیں۔

(۲) قرآن شریف کی ضرورت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا۔

(۳) قصص انبیاء سلام علیہم کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی اصلاح و تردید اور ان سے انبیاء سلام علیہم کی عصمت ثابت کرنا۔

(۴) مخالفین قرآن مجید کے اعتراضوں کے جوابات نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ قرآن مجید ہی سے دینا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ خود ایک فرقہ ہو کر دوسرے فرقوں کو اپنے اندر ضم کر سکنا خیال اصولاً غلط ہے اب تک جن لوگوں نے اس روش کو اختیار کیا وہ اصل مقصد کو کھو بیٹھے اور ایک نئے فرقہ کے اضافہ کے سوا اور کچھ نہ کر سکے اس لئے یوں تو ہر مسلمان کو اہل قرآن ہونے پر فخر کرنا چاہیئے مگر فرقہ بنکر ایسا کرنا ہی چیز مستحسن نہیں بلکہ مذموم ہے۔ قرآن ہی آخری چیز تھی جس کو لے کر جب کبھی مسلمان اُٹھتے تو فرقہ بندیاں دور ہو جاتیں مگر یہ عجیب مصیبت ہے کہ ہمیشہ انھوں نے قرآن کا ہی نام لے کر فرقوں کی ایجاد کی۔ مگر شاید اہل قرآن فرقہ اس میں سب سے آگے بڑھ گیا کہ اس نے اپنے کو قرآن کا واحد مبلغ سمجھ کر بھی وہی کیا۔ جو آجتک ہر فرقہ والے کرتے چلے آئے۔

فرقہ اہل قرآن اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ مسلمانوں میں ایک اور فرقہ کے اضافہ کا سبب نہیں بنا۔ مسلمانوں میں یوں بھی فرقوں کی کیا کمی تھی کہ اب بہتر سے تہتّر فرقے کئے جاتے۔

جس طرح اکثر فرقہ والے کو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے بانیوں نے دانستہ قرآن کی دشمنی پر کمر باندھا۔ اسی طرح میں اہل قرآن کی نیت پر بھی حملہ نہیں کرتا میں یہ بھی کہنے کو

لیارہوں کہ اس کو قرآن سے محبت ہے وہ قرآن کو پیار کرتا ہے اس کو قرآن سے ایک خاص اُنسیت ہے مگر اُس نے قرآن کے سمجھنے اور قرآن پر عمل پیرا ہونے میں غلطی کی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ غلطی ہے کہ وہ دوسروں کے سر بھی اسی غلطی کو تھوپنا چاہتا ہے اور اپنے اغراض و مقاصد کی اس دفعہ کے خلاف کہ "مخالفین قرآن مجید کے اعتراضوں کے جوابات نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ قرآن مجید ہی سے دینا" یہی سبب ہے کہ مسلمان جو کسی نہ کسی معنیٰ میں قرآنِ مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس فرقہ کو اپنا دوست نہیں سمجھا۔

قرآن سے مصائب دور ہو جانے چاہئیں مسلمانوں کو اُن کا بھولا ہوا سبق یاد آجانا چاہیئے اُن کی کھوئی مطاع واپس مل جانی چاہیئے۔ وہ پھر اقوام عالم پر غلبہ پا جائیں وہ علوم و فنون، ایجاد و اختراع اور تجارت و حرفت میں استاد ثابت ہو جائیں، غرض دنیا بھی اُن کی ہو جائے اور دین بھی نہ کہ الجھ کر رہ جائیں اور آئے دن ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اشاعۃ القرآن کے ذریعہ سے قرآن کی اشاعت مدِنظر ہے تو سب سے پہلے وہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جس سے مسلمان قرآنِ مجید کی طرف متوجہ ہو جائیں اور خود بخود قرآنی آواز ہر طرف سے بلند ہونے لگے۔

بڑی خرابی یہ ہے کہ قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں کے دوسرے معنوں میں ایمان میں بھی کمی آگئی ہے۔ یہ قرآن مجید کو مانتے ہوئے بھی نہیں مانتے۔ سب سے زیادہ افضل سمجھتے ہوئے بھی سب سے زیادہ اسی کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں جو چیز عام علم و عمل کے لئے ہے۔ وہ خواص کے پاس بھی عمل کے لئے باقی نہیں رہی ہے۔

ایسے افراد کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے جو قلوب کو ادھیڑ دیں اور ایک انقلاب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مجبور کردیں کہ وہ قرآن مجید کو عملاً اپنا امام قرار دیں۔

اعلیٰ خلوص اور زبردست جدوجہد والے قرآن کے مبلغین کی ضرورت ہے ان کے پیدا ہونے کے لئے کوشش کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ قرآن کے ذریعہ قرآن پر عمل کرانے والے پیدا فرما دے۔ میں اہلِ قرآن فرقہ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس نے ہر طرف سے اپنی قوت کو سمیٹ کر صرف قرآنی فضا پیدا کرنے کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ اور لوگوں کی ذہنیت کو قرآنی بنا دیا تو وہ خود بخود قرآن مجید کو معیار قرار دے کر ہر حق کو قبول کریں گے۔ اور ہر باطل کو رد کردیں گے۔ اور آج جو کام برسوں کے بحث و مباحثہ کے بعد پورا نہیں ہوتا وہ ایک دن آئے گا کہ خود بخود پورا ہو جائیگا

اشاعۃ القرآن کے اغراض و مقاصد کا نمبر چار اصل چیز ہے۔ قرآن شریف کی ضرورت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا نہایت ضروری اور بڑی مفید بات ہے مگر مسلمانوں کے اندر اس کو یہ سمجھ کر پیش کرتا ہے کہ گویا ماننے والوں کو منواتا ہے۔ یہ چیز تو وہ ہے جس کی آج دوسری قوموں کو بھی ضرورت ہے اور در حقیقت قرآن ہے بھی اسی کا مستحق کہ وہ جملہ اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا جائے۔

سچ

مولانا عبد الماجد دریابادی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ ایک اخبار آپ کے متعلق لکھتا ہے "آپ انگریزی اور اسلامی علوم کے جامع ہیں۔ اور فلسفے کے دشت میں راتوں جگر کاٹنے اور محبوب کی تلاش کرنے کے بعد شریعت و طریقت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور خدا جانے انہیں یہاں کیا اُل گیا ہے کہ اب یہیں کے ہو رہے ہیں۔"

اعتبار سے اگر آپ کو اس عہد کا غزالی کہیں تو بیجا نہ ہوگا مگر میرے خیال میں اُن کے طریقِ کار کے متعلق یہ ہے کہ وہ اکبر الہ آبادی مرحوم کے جانشین ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ ناظم تھے اور یہ ناثر ہیں۔

سچ کی پالیسی کے لئے اُس کے سرورق کا یہ شعر ملاحظہ کرنا چاہیے۔

راستی موجب رضائے خداست　　　کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

میں بھی "سچ" کو پسند کرتا ہوں وہ فرنگیت کی مرعوبیت کو دور کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں معاشرت و معاملت کے ہر گوشہ میں جو خون) کی مانند فرنگی تہذیب سرایت کرتی جاتی ہے اُس کو بتلا کر غالباً اس کا سدِ باب کرنا چاہتا ہے اس لئے تحسین کے لائق ہے مگر ایک علم النفس کے ماہر کو سب سے پہلے موجودہ مسلمانوں کی نفسانی کیفیت سے آگاہ ہونا چاہیے۔ مرض کے لئے سببِ مرض لازمی چیز ہے۔ یہ جو کچھ مسلمانوں کی حالت ہو رہی ہے یہ تو مرض ہے لہذا جب تک اس کا سبب نہ دریافت کیا جائے اور پھر مرض کی دوا تجویز نہ کی جائے، مرض کے نقصانات پر کاغذ سیاہ کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر عمر بھر ایک شخص بخار کی خرابیوں پر وعظ کہتا رہے اور گرما گرم مضامین لکھتا رہے تو یہ مسلّم ہے کہ بخار دور نہیں ہو سکتا۔

اگر مدیرِ سچ نے یہ سمجھا ہے کہ مرض کا بیان کر دینا کافی ہے اور مسلمان پھر خود بخود اس سے پناہ چاہیں گے تو یہیں پر غلطی ہو رہی ہے۔ تپ کو چائے اور کافی کی گرمی سمجھا جانے لگا ہے۔ افیون کو مٹھائی تصور کرنے لگ گئے ہیں۔ عیب، صواب بنکر سامنے آگیا ہے۔ شیطان نے ان کے عملوں کو سنوار دیا ہے۔ لہذا آپ اس سے اس طور پر دست بردار ہو جانے کی امید کوئی حکیمانہ فعل نہیں۔

مریض کی ایک حالت وہ ہوتی ہے جب کہ وہ مرض کو مرض نہیں سمجھتا۔ بلکہ شاید مرض جانتے ہوئے بھی اس کو شفا ہی کی طرح عزیز رکھتا ہے۔ قدرے اس مفہوم کو ہندوستان کے ایک مشہور شاعر نے ادا کیا ہے۔

کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا | مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا | کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں | کہے جو طبیب اسکو ہذیان سمجھیں

جب مرض کا درجہ یہاں تک پہنچ چکا ہو اور مریض کی حالت اس قدر ردی ہو چکی ہو تو مرض کی برائیاں گنوانے سے کام نہیں چلتا۔ اب تو دوا طیار کر کے سامنے رکھ دینا بھی فضول ہے بلکہ وقت اس کا ہے کہ زبردستی دوا کی خوراک حلق سے فرد کرائی جائے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر یا بیہوشی کی شیشی سنگھا کر وہ نشتر دیا جائے جو مغرب کے فاسد شدہ خون کو خارج کر دے۔

اس تقریر سے میرا مدعا واضح ہے۔ کہ مولوی عبدالماجد صاحب "سچ" کے ذریعہ سے صرف مرض کی برائیاں گنوا رہے ہیں۔ ساتھ ہی دوا پیش نہیں کر رہے ہیں اور اگر کبھی کبھی کچھ کہتے ہیں تو وہ وہی غلط فہمیاں ہیں جو عام طور پر دائر و سائر ہیں۔ اسلام کا چھوڑنا اسلامی روایات سے منھ موڑنا۔ قرآن و حدیث کی طرف سے غفلت شعار ہو جانا یہ وہ الفاظ ہیں جو معنی نہیں رکھتے۔ ہر وعظ میں یہی ہے ہر تقریر میں یہی ہے ہر درس اور ہر تحریر میں یہی رنگ آخر کہنے والے اس کا خود کہاں تک عملی طور پر مطلب سمجھتے ہیں یعنی وہ آخر مسلمانوں سے کیا چاہتے ہیں کیا ان کا یہ منشا ہے کہ ہر شخص عربی داں ہو جائے یا درس نظامیہ کے نصاب کو ختم کر لے اور ممبروں پر وعظ، مسجدوں کی امامت، اور

جاری کر دے۔ حیف ہے کہ آج تک مسلمانوں کے رہنما اپنی غلطی کو نہیں سمجھ رہے ہیں اور وہی کیے جاتے ہیں۔ جس کا عرصہ سے کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہو رہا ہے۔ اور آئندہ کیلئے بھی کوئی امید نہیں۔

دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے بھی اسلام کو بہتر مذہب سمجھتے ہوئے بھی۔ پیروئی رسول پر ایمان رکھتے ہوئے بھی۔ قرآن مجید کے آخری آسمانی کتاب ہونے کا اقرار کرتے ہوئے بھی یورپی شعار اور مغرب پرستی کو کیوں اختیار کرتا ہے

حقیقت میں اسلام کو آسان اور مفید بنا کر پیش کر دینا اصل کام ہے۔ کاش مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ ان کی ذہنیت قرآنی ذہنیت کر دی جائے تاکہ اصول کو مان کر فروع کو خود بخود اختیار کر لیں۔

وہ دن لا دیا جائے کہ قرآن کے جاننے والے دین و دنیا ہر دو کے مالک ہو جائیں تو پھر دنیا دیکھ لے سکتی ہے کہ یہی گئے گذرے لوگ۔ دین سے بھاگنے والے افراد دوسری چیز بن جاتے ہیں اور وہ ہو جاتے ہیں جس کی ضرورت ہے۔

آج تو یہ اپنے کو ڈوبنے سے نہیں بچا سکتے مگر وہ دن ایسا ہوگا کہ دوسروں کو ڈوبنے سے بچاتے نظر آئیں گے۔ اور حقیقت میں خیر امت ہونے کا ثبوت دیں گے۔

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ ایک فاعلی۔ دوسری انفعالی۔ آج مسلمانوں کی صرف انفعالی قوت برسر کار ہے۔ یورپ جو کچھ دے رہا ہے یہ قبول کر رہے ہیں۔ اگر ان کی فاعلی قوت کو ابھار دیا جائے تو پھر یہ یورپی روایات کو لینے والے نہ رہیں گے بلکہ اسلامی روایات کے دینے والے ہوں گے۔

"مدبر سچ" نے جس حسن کو سچ سمجھا ہے اُس سے مکمل، اور حقیقی تخیل ہے کہ ہندو مسلم

کرسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کونوا مع الصّٰدقین۔ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ مگر آج کس جماعت کو سچا سمجھا جائے یا کس فرد کو سچا سمجھ کر قوم مسلم اقتداء کے لئے طیار ہو جائے۔ اگر اس کی کمی نہ ہوتی تو آج یہ حال ہی کیوں ہوتا اور مسلمان یتیمانہ زندگی بسر کیوں کرتے آوارہ ہوکر دربدر کیوں پھرتے یورپ کی سرپرستی کیوں قبول کر لیتے اور ایک قسم کے نامسلمان کیوں ہو جاتے۔

اگر اس وسیع زمین کے اوپر اور اس بلند آسمان کے نیچے حقیقت میں کوئی سچی قوت موجود ہے تو وہ "قرآن" ہے وہ جو کچھ دوستوں سے کہتا ہے وہی دشمنوں سے بھی۔ جو وہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تھا۔ آج بھی وہی ہے اور قیامت تک وہی رہیگا۔ وہ خود سچا ہے اور اپنے اختیار کرنے والوں کو بھی سچا بنا دیتا ہے اُسی کے اندر راہ بھی زاد راہ بھی اور پھر وہی راہنما بھی ہے۔ پس اگر مسلمانوں کو مسلمان دیکھنے کی تڑپ ہے تو اُن کے اندر جس طرح بھی ممکن ہو قرآن کو مؤسست کر دینا چاہیئے اور اگر یہ نہیں کیا جا سکتا تو دکھڑے رونے سے حاصل یہ کام مردوں کا نہیں بلکہ عورتوں کا ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اچھے اچھے کام کرنے والوں کی گاڑی یہیں پر آکر اٹکی ہے اور بہتر سے بہتر عقلمندوں کی عقل اسی جگہ ماری جاتی ہے۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ دردمند اسی مقام پر بے درد ثابت ہوتے ہیں۔ کہ قرآن کا وعظ کہنے والے بھی اپنا راستہ اسی وادی میں گم کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ جب کسی قوم و ملک کے بُرے دن آتے ہیں تو اُس کے ارباب حل وعقد کی سمجھ میں بھی وہی بات نہیں آتی جو سمجھ میں آنے کی ہوتی ہے۔

اور آج ہی ہمارا مسلمانوں کا حال ہے کہ قرآن کے ... [illegible]

سمجھنے کے لئے بھی طیار نہیں۔

ظاہر ہے کہ کسی کتاب کا مصرف اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ پڑھی پڑھائی جائے اور اُس کی ہدایتوں پر عمل کیا جائے مگر یہی بات جب قرآن کے متعلق کہی جاتی ہے تو بس معلوم نہیں کون سا سانپ سونگھ جاتا ہے کہ انکار و تاویلات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

سچ ہے کہ شیطان نے اپنا سارا زور یہیں پر لگا دیا ہے اور کیوں نہ لگا دے کہ اُس کی شیطنت کا پردہ چاک کر دینے والی مکمل چیز تو صرف قرآن ہی ہے۔ اسی لئے اُس نے مسلمانوں سے قرآنِ مجید کو ہی الگ کر لیا ہے۔ اور طرح طرح سے رسمیات اور غلط فہمیوں کا شکار کر دیا ہے۔

مجھے مدیر سچ کا وہ جملہ رہ رہ کر یاد آتا ہے کہ "قرآنِ مجید میں کہاں لکھا ہے کہ اُس کو معنی و مطلب کے ساتھ پڑھنا چاہیے"۔ میں نے شاید اُسی وقت جواب دیدیا تھا کہ مولانا یہ تو قرآنِ مجید کے ہر صفحہ پر نظر آئیگا۔ مگر قرآنِ مجید کو بے معنی کے پڑھا جائے یہ تو سارے قرآن میں ایک جگہ بھی نظر نہ آئے گا۔

میں ایک طرف مدیر سچ، اور سچ کو رکھتا ہوں اور دوسری طرف مندرجۂ بالا جملہ کو تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی اور تعجب کے ساتھ قلق بھی کہ وہ جو اپنے کو مسلمانوں کے درد کا آشنا جانتے ہیں اور وہ جن کو مسلمان اپنا رہنما سمجھتے ہیں وہ رہنمائی کی عین منزل پر کس طرح پیچھے رہ جاتے اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

میرے دل میں مدیر سچ اور سچ ہر دو کی وقعت ہے اور خدا جانتا ہے کہ سچی وقعت ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ میں اُس کے اندر ہی کمی دیکھتا ہوں جو ساری باتوں پر پانی پھیر دینے والی ہے۔

اگر مسلمانوں کے بھلے دن آچلے ہیں۔ تو اس کی یہ پہچان ہے کہ "مدیر سچ" جیسے لوگ ایک نظر میں دنیا کی برائیوں کو دیکھیں گے تو دوسری نظر میں قرآن مجید کی طرف نگاہ کرینگے یعنی جس طرح وہ سچ میں عیوب کو پیش کر رہے ہیں ساتھ ہی ساتھ صواب کو بھی پیش کرتے جائیں گے۔ دوسرے لفظوں میں جس کو "قرآن" کہنا چاہیے۔

تالیف و تصنیف

مسٹر پکتھال کا ترجمۂ قرآن

دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے شایع ہونے کی از حد ضرورت ہے ساتھ ہی انہیں مختلف زبانوں کے ماہر مبلغین قرآن کی بھی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کا یہ زندہ معجزہ ہے کہ اس قسم کے کام خود غیر قوموں کے افراد بھی انجام دیتے ہیں تاہم مسٹر پکتھال جیسے مسلمانوں کے ذریعے یہ کام انجام پائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اگرچہ تراجم کے ذریعہ سے آیاتِ قرآنی کا نازک مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ اور نہ اصلی حسن نمایاں ہوتا ہے مگر بہر حال یہی ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے اصل قرآن کی طرف دنیا کو متوجہ کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر محمد پکتھال نے حال میں جو اپنا ترجمہ شایع کیا ہے علمائے جامعہ ازہر کی ناپسندیدگی کے باوجود حکومتِ خارجہ مصر نے اپنے یہاں اس کے داخلے کی اجازت دیدی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ علمائے مصر حقیقت میں اس ترجمہ کے متعلق کس بات کے مخالف ہیں۔ مجھے قرآن کے اس شیدائی سے یہ کہنا ہے کہ آج مسلمانوں کے لئے قرآن مجید کے تراجم کے شائع کرنے کی ضرورت سے زیادہ ضرورت قرآن کے پڑھنے والے اور قرآن پر

عمل کرنے والے مسلمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

قرونِ اولیٰ میں قرآن مجید کے چند نسخے بھی نہ تھے مگر عمل کرنے والوں کی کثرت تھی اور آج دکانیں بھری پڑی ہیں۔ لاکھوں حفاظ موجود ہیں مگر عمل کرنے والوں کا فقدان ہے۔ حالانکہ ضرورت اسی کی ہے۔

تذکرہ

یہ عنایت اللہ خاں صاحب مشرقی کی کتاب ہے۔ حال میں اس کے متعلق محکمۂ صدارت العالیہ کی طرف سے ایک مختصر سا اعلان شائع ہوا ہے جس میں اس کتاب کو غیر مستند بتلایا گیا ہے اور عوام کو اس کے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ بمصداق اَلنَّاسُ حَرِیصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس اعلان کی وجہ سے لوگ اب اس کے دیکھنے پر آمادہ ہوں۔ بہتر ہوتا کہ اس کتاب کے اندر جو اصلی نقائص ہیں اُن کو شائع کر دیا جاتا۔

پریم درپن

یمین السلطنت مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر کی حالیہ تصنیف ہے۔ جناب نیاز فتحپوری اڈیٹر نگار نے اپنے خیالات کا بھی اس میں اظہار کیا ہے۔ اور مہاراجہ بہادر کی تعریف کرتے ہوئے اُن کو انسانِ کامل سے یاد کیا ہے۔ نیاز صاحب اپنے کو قرآن مجید کا ماننے والا کہتے ہیں اس لئے اُن کو معلوم ہونا چاہیے کہ انسانِ کامل نوعِ انسان میں صرف ایک ہی ذات گرامی کا وجود مبارک ہوا جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے اُن کو ایک نمونہ قرار دیا گیا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اب خواہ کسی درجے کا کوئی انسان ہو آپ کی غلامی میں داخل ہو کر اپنے کو سب کچھ بنا سکتا ہے مگر آپ جیسا نہیں ہو سکتا۔ جس کو نیاز صاحب خود بھی تسلیم کریں گے۔

کتاب کی اشاعت کے پہلے اگر یہ امر مہاراجہ بہادر کے گوش گزار کیا گیا ہوتا تو یقیناً آپ اس حصّہ کو نکال دیتے۔ امید ہے کہ اب اس کے بعد بھی کوئی تلافی کی صورت آپ ضرور نکالیں گے۔

تحریک و تجویز

وائی، ایم، سی، اے

اس سوسائٹی کا مقصد رفاقت کے کام کی تکمیل کی کوشش میں انفرادی شخصیت کو مالامال کرنا ہے۔ اس طرح کی سوسائٹیاں اکثر ممالک میں موجود ہیں جو انسانی ہمدردیوں کا کام انجام دیتی ہیں۔ مبارک ہیں وہ انسان جن کو عالمگیر برادری کا احساس ہے۔ اور وہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

مگر میں دنیا کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جمعیت اقوام وائی۔ ایم۔ سی اے فری میسن وغیرہ سے عالمگیر قرآنی تحریک سوسائٹی زیادہ بہتر اور زیادہ مکمل ثابت ہوسکتی ہے اگر اس کا کام کیا جائے بیشک اس تحریک میں سب سے زیادہ حصّہ مسلمانوں کو لینا چاہیئے۔ مگر خدا جس طرح جملہ انسانوں کا خدا ہے صرف مسلمانوں کا نہیں اسی طرح قرآن مقدس بھی ایک مشترک چیز ہے وہ ایک قوم یا ایک شخص کی ملکیت نہیں بن سکتا۔ ہندوستان میں بعض ایسی سوسائٹیاں ہمسایہ قوم کی موجود ہیں جو ملک کے اندر ہمدردی کا کام انجام دیتی ہیں مگر کیسے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایسا کوئی انتظام نہیں حالانکہ قرآن مجید نے اس قوم کو ہمدردیوں کا خاص سبق دیا ہے جو صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ حیوانوں کے ساتھ ہمدردی کی تاکید کرتا ہے۔

ناظرینِ سلسلۂ اشاعت قرآن کو "عالمگیر قرآنی تحریک سوسائٹی" کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے اور اُن کو قرآن مقدس کی روشنی میں وہ سب کچھ کرنے کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔ جس کی اشد ضرورت ہے۔

غیر مخلوط یا مخلوط انتخاب

سات کروڑ مسلمانانِ ہند کی بگڑی ہوئی ذہنیت کا مظاہرہ آج جن جن طریقوں پر ہو رہا ہے اُس میں اہم مسئلہ جداگانہ اور مخلوط انتخاب کا بھی ہے۔

مولانا شوکت علی کی جماعت کمزور ہے اور آئندہ اور بھی کمزور ہوتی جائے گی۔ کیونکہ دوسری جماعت میں علماء کی جماعت بھی شریک ہے۔ جس میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی ہیں۔

مولانا شوکت علی کی جماعت کو ڈر ہے کہ ہندوؤں کی اکثریت مسلمانوں کے حقوق کو پامال کر دے گی۔ اس لئے جداگانہ انتخاب ضروری ہے۔

مولانا آزاد کی پارٹی کا خیال ہے کہ وہ مخلوط انتخاب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو بہت ناک بے وقعتی و بے حرمتی اور انہیں دشمنانِ ملک کے ہاتھوں یعنی کٹھ پتلیاں بننے سے بچا سکتے ہیں۔ موخرالذکر کے پاس جو الفاظ کا جادو ہے وہ معمولی نہیں آزادی کی ہوا نے مسلمانوں پر بھی اثر کیا ہے اور وہ ایک دن آئے گا کہ پوری طور پر اسی تجویز میں شریک ہونگے۔

مگر میں ہر دو جماعت سے یہ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان مسلمان بن جائیں تو ان کے لئے کوئی طریق کار مخدوش نہیں۔ ورنہ دونوں حالتوں میں خطرات ہیں۔

یہ تو جو کچھ میں نے کہا وہ دونوں فریق کی جماعت کی بگڑی ہوئی ذہنیت کا خیال کرتے ہوئے کہا ہے۔ ورنہ قرآن کی روشنی میں تو ایک تیسری راہ ہے جو ان دونوں سے جدا ہے جس کو مولانا ابوالکلام آزاد بھی طرح جانتے ہیں۔ اور جس سے

جمعیۃ العلماء اچھی طرح سے واقف ہے مگر ان کر واقعات نے اس قدر مرعوب کیا ہے کہ
ن الوقتی سے کام لے رہے ہیں۔

خدا کرے مسلمانوں میں وہ مقدس جماعت جلد رونما ہو جو اللہ کی کتاب کو سامنے
رکھ کر مسلمانوں کی رہنمائی کرے اور اس چیز کا مطالبہ کرے اور اس چیز کے لئے جہاد کرے
جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی مبارک میں نظر آتا ہے۔

مشاہیر عالم

سلطان ابن سعود

جلالۃ الملک نے ایک تقریر میں فرمایا "بیشک مسلمانوں کی نجات صرف کتاب اللہ یعنی
کتاب مبین" کی اطاعت میں مضمر ہے۔

دوسری جگہ اسی تقریر میں فرمایا۔ فرنگی آپ اسلام کے بدنام کرنے سے بھی نہیں
شرماتے اور اپنے خود ساختہ تمدن کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنی جہالت
سے اتنا نہیں سمجھتے کہ تمدن دین حقیقی کے خلاف کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو کوئی ایسا
سمجھتا ہے وہ خفیف العقل اور ادراک کا کمزور ہے۔ آج اسلام پر سب سے بڑی مصیبت
ہے کہ تمام اقطار اسلامیہ میں اسلام کے خلاف اس قسم کا پروپاگنڈا پھیلایا جارہا ہے
اور لوگوں کا یہ اچھا خاصہ شغل ہو گیا ہے۔

تیسری جگہ ہے "بیشک مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ مغرب سے علوم و آداب
صنائع و اخلاق کو حاصل کریں بشرطیکہ وہ اسلام سے متصادم نہوں۔ ان کو یہ بھی اجازت
ہے کہ وہ [illegible]

جہاز وغیرہ صنائع یورپ سے منگائیں اور خود ان کے بنانے پر قادر ہوں۔ ان چیزوں کے
متعلق اسلام نے کسی کو منع نہیں کیا ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے وہ مفتری اور اسلام کا دشمن ہے۔
چوتھی جگہ علما کے متعلق کہا۔ "آپ دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ کے مسلمان آپس میں
ملنے کی بجائے جدا جدا ہوگئے ہیں۔ حتیٰ کہ سیاست سے گزر کر دین۔ حق میں بھی مختلف
ہوگئے ہیں۔ ہمارے علما ان تمام باتوں کو دیکھتے ہیں مگر ان کے مٹانے کی کوئی سعی نہیں
کرتے بلکہ وہ خود ایسے ایسے کام کر گذرتے ہیں۔ جو دشمنوں سے بھی نہیں ہو سکتے مصالح
دین اور وطن کے لئے وہ اس قدر جھگڑا پیدا کرتے ہیں جو دشمنوں کے تسلط اور غلبہ کا
باعث بن جاتا ہے اور دشمن ان کا ترلقمہ بنا لینا بہت آسان سمجھتا ہے۔
حجاز اور حجاج کے متعلق فرمایا "حجاز نہ تو ابن سعود کی ملک ہے اور نہ شریف حسین
کی بلکہ یہ مقدس مقام تو تمام مسلمانوں کی ملک ہے"
پہلی بات کے متعلق یہ کہنا ہے کہ یہ کوئی نیا خیال نہیں شاید کوئی دن خالی جاتا ہو
کہ ہزاروں مقام پر اسی جلسے کو نہ دہرایا جاتا ہو۔ سوال تو صرف اس بات کا ہے کہ باوجود
اس کے عام مسلمان اس طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے۔ بات وہی سامنے آتی ہے۔ کہ حقیقی معنوں
میں اس کا سامان نہیں اور ہو بھی کیونکر کہ حقیقی معنوں میں سامان کرنے والے موجود نہیں
ہیں جس دن یہ ہوگا البتہ اس دن یہ جلسے عملی جامہ پہنیں گے۔
دوسری بات کے متعلق دو باتیں ہیں پہلی یہ کہ فرنگی مآب نے میدان خالی پایا اسلئے
شکار شروع کر دیا۔ کاش خلا خال ہوتی تو ایسا نہ ہونے پاتا اور اب اس کا علاج اسکے
سوا دوسرا نہیں کہ میدان کو ان فرنگی مآبوں کو نکال کر اس کے اندر اسلام مآبوں سے
بھر دیا جائے۔ دوسری بات ضلالۃ المومن کے متعلق ہے۔ وہ نہایت اہم اور اشد ضروری ہے

مگر مسلمان اس کو تو حاصل نہیں کرتے۔ مغرب سے وہی چیز لیتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے مضرت رساں ہے۔ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ میں نے تو یہ سمجھا ہے کہ وہ اسلام کی خاطر مغرب کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس کے سوا اُن کی غرض ہوتی ہے وہ اسلام کی خاطر یورپ سے ان چیزوں کا حاصل کرنا اس وقت تک نہیں سیکھ سکتے جب تک وہ پہلے خود مسلمان نہ ہو لیں۔ اور اس کے لئے نہ تو اُن کے گھر پر کوئی سامان ہے نہ باہر للہذا جب تک یہ کمی پوری نہ ہو۔ نتیجہ کے طور پر دوسری امید کا پورا ہونا محال ہے۔

تیسری بات علماء کے بارے میں جو ہے وہ بھی مسلم ہے۔ علماء ہی اگر صحابہ کرام کے پیرو ہوتے تو مسلمان آپس میں فرقہ فرقہ کیوں ہو جاتے اور دوسری قومیں مسلمانوں پر غلبہ کیونکر پا لیتیں۔ مسلمان ایجاد و اختراع اور جدید علوم و فنون میں غیروں کے دست نگر کیوں ہوتے۔ لہذا جب تک اس طرح کے علماء نہ پیدا کئے جائیں یہ کمی بھی پوری نہیں ہو سکتی۔

چوتھی بات کے باب میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ بڑا مرکزی مسئلہ ہے۔ سلطان کو لازم ہے کہ حجاز کے اندر سے اُس آفتاب کا طلوع کریں جو روئے زمین کے ہر حصے پر چمکے اور پھر آفتاب و آفتاب کی روشنی میں علمحدگی نظر نہ آئے۔ اب ایک مسلمان جس طرح روحانی طور پر حجاز سے تعلق رکھتا ہے۔ جسمانی طور پر کر رکھے اور اس کا سلسلہ اتنا عالمگیر اور منظم ہو کہ ایک بار پھر خلافتِ کبریٰ کا دور نظر آ جائے۔

علامہ امیر شکیب ارسلان

افقِ اسلام پر جو عرصہ سے مظالم کے بادل منڈلا رہے ہیں اس کی داستانِ الم پڑھتے پڑھتے کلیجہ چھلنی ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔ اس کے متعلق تحریریں لکھی جاتی ہیں۔ اپیلیں ہوتی ہیں۔ انجمنیں قائم ہوتی ہیں۔ چندے کئے جاتے ہیں مگر

افسوس ہے کہ اٹلی کے گھر کو دور کرنے کے لئے ایک مرتبہ حقیقی جدوجہد نہیں کی جاتی۔

اٹلی جہاں مقدس پوپ موجود ہیں۔ اس کے مظالم عرصۂ دراز سے طرابلس میں جاری ہیں مگر اس طرف اس میں زیادتی ہو گئی ہے اس لئے ایک مرتبہ پھر مسلمان غم وغصہ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے اس درد کا اظہار اپنی تحریروں کے ذریعہ سے کیا ہے اُس میں ایک نمایاں شخصیت علامہ امیر شکیب ارسلان کی ہے آپ نے جو کچھ کہا وہ سب درست ہے مگر جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ وہی ہے جو کچھ اب تک بے سود کیا جاتا رہا ہے احتجاج، اٹلی کو برا کہنا، چندہ جمع کرنا۔ لیگ آف نیشن سے درخواست کرنی اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر کمزوری کی دلیل یہی ہے اور یہی کمزوری ہے جو عالم اسلام کے مصائب کا سبب بنی ہوئی ہے۔ لہٰذا جب تک اس کو دور نہ کیا جائے اصلی مرض کا علاج نہیں ہو سکتا۔

سوال یہ ہے کہ کس خدا نے کہا تھا کہ ایک طرف اٹلی مضبوط ہو جائے، فوج جمع کرنے گولے بارود اکٹھے کرے۔ توپ بندوق بنائے، جنگی جہاز اور ہوائی جہاز وغیرہ سے لیس ہو جائے اور دوسری طرف طرابلس والے نہتے رہیں ان کے پاس اتنی قوت بھی نہ ہو کہ چور ڈاکو کو اپنے دروازے پر نہ آنے دیں۔

حضرت مسیح نے انجیل مقدس میں اپنے پیروؤں کو جو تعلیم دی وہ تو یہ تھی کہ "جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کے سامنے پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے" مگر قرآن مقدس نے تو اپنے نام لیواؤں کو بیاہیانہ زندگی بسر کرنے کے لئے کہا تھا، لوہے کا مصرف لینے کی تعلیم دی تھی۔ ایجاد واختراع کا مالک بنایا تھا خلق لکم ما فی الارض جمیعًا کی خوشخبری سنائی تھی، مظلوموں کی فریاد رسی پر آمادہ کیا تھا پھر یہ کیا ہے کہ آج

دنیا اس کے برعکس تماشہ دیکھ رہی ہے۔

میں علامہ شکیب ارسلان جیسی ہستیوں سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ عالم اسلام کی اس کمی کو دور کرنے کے لئے اپنے کو وقف کردیں گے ورنہ مصائب کے سلسلہ نامتناہی کو نہیں روک سکتے اور ظالم کو ظالم کہہ کر ظلم سے نہیں منع کرسکتے۔

لیگ اقوام میں یا تو یہ سکت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنی قوت سے ایسے مظالم کو روک دے یا دراصل بنی نوع انسان کی ہمدردی کرنے والے عنصر اس میں موجود نہیں ہیں علاوہ مذکور سے زیادہ لیگ اقوام کے بارے میں سینور مولینی فرعون اٹالیہ بنتا ہے۔

میری غرض اس سے واضح ہے کہ اپنے مظلومہ سپاہیوں کے لئے اقصاء عالم کے مسلمان جو کچھ کرسکتے ہوں [illegible] بلکہ یہ تو ہر انسان اور ہر جانور تک کے لئے ان کو ایسا کرنا چاہئے کہ اسلام نے [illegible] تعلیم دی ہے اور یہاں تو کُلُّ مُؤمِنٍ اِخوَۃٌ کا واسطہ موجود ہے مگر اس [illegible] پیدا کرنا چاہیے جس کے بعد ہمیشہ کے لئے اغیار کے مظالم کا سدباب ہوجائے۔

مولانا عبدالماجد قادری کا خطبہ

خلافت کمیٹی کی [illegible] کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد قادری نے حال میں ایک طویل و بسیط خطبہ دیا [illegible] خیال میں ہر اس چیز کو سمیٹ لیا ہے جو سامنے کی تھیں مگر حیف ہے کہ یہ دیکھنے کو [illegible] برس گئیں کہ قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام ہونی چاہئے۔

اس طرح کے خطبے ہزاروں مرتبے دیئے جاچکے ہیں۔ جو پلیٹ فارم سے آگے اور کاغذ کے صفحات سے نکل کر اپنا پائدار اثر قائم نہ کرسکے اور یقیناً اس کا بھی یہی حال ہے

کاش مدارس شبینہ کی تحریک کے ساتھ ہی یہ جملہ بھی منہ سے نکل گیا ہوتا کہ کم سے کم مسلمانوں کی آنے والی نسل کو تو قرآنِ مجید سے وابستہ کر دیا جائے۔

اربابِ خلافت کمیٹی ہوں یا مسئلہ خلافت، مولانا عبدالماجد قادری ہوں یا کوئی اور اُن کو یاد کر لینا چاہئے۔ کہ خدا کی کتاب کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کو مسلمان نہیں بنایا جاسکتا اور جب ایسا نہیں ہوسکتا تو یقیناً اُن کی کوششیں رائگاں جائیں گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی رائگاں جاتی رہی ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمانوں کے رہنما اُسی چیز کو کیوں بھول جاتے ہیں جس کو سب سے زیادہ یاد رکھنا چاہیئے تھا۔

"آہ! قرآن تو کہیں نہیں۔"

برطانوی وزیر اعظم

دارالعوام میں مسٹر میکڈانلڈ نے آئندہ کانفرنس عالم کے سلسلے میں تخفیف اسلحہ کے مسئلہ پر جو بیان دیا ہے اُس میں برطانیہ کی پیش قدمی کو بتایا ہے کہ وہ مثال کی حد تک پہنچ گئی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ انگریز سب سے زیادہ امن کے خواستگار ہیں۔

فرشتوں نے انسان کی تخلیق کے بارے میں بڑا اعتراض یہی کیا تھا کہ وہ فسادی ہوں گے۔ خود قرآن مقدس نے بھی فساد فی الارض سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ یورپ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی خواہش ہوسکتی ہے کہ امن وامان قائم رہے اور انسانوں کے جان ومال اور عزت و ناموس کی حفاظت ہو مگر اس امید کا بر آنا ان کی من مانی تدبیروں سے ممکن نہیں۔

قرآن مجید امن وسلامتی کا پیغام ہے۔ جب تک اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مسلمان نہ بن جائے حقیقی امن اور پائیدار سلامتی قائم نہیں ہوسکتی۔

۲۳

مہاتما گاندھی

ہندوستان کے اس بااثر شخص کے بارے میں مسٹر مانٹیگو نے یہ کہا ہے کہ وہ انسانوں کی حقیقت کو تلاش کرتے اور اُس کے دور کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

مخلوق کو عیال اللہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اُس کی تکلیفوں کے دور کرنے کا جذبہ جس درجہ قابل قدر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر مہاتما گاندھی کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسانوں کی حقیقی ہمدردی قرآن کے اندر بند ہے۔ جس میں ہمدردی اور نیکی کا کوئی جزو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ اگر وہ مکمل ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور انسانوں کو انسان بنا کر اُن کی زندگی کے مقصد کو پورا کرانا چاہتے ہیں تو قرآن مجید کو اختیار کرنا ہوگا اور قرآن مجید کو پیش کرنا ہوگا۔

ایک ملک کے چند لاکھ یا چند کروڑ انسانوں کو بھر پیٹ کھانا کھلا دینا اور جسم کو کپڑے سے ڈھانک دینا بھی ہمدردی ہے۔ اِن کو غیر کے تسلط سے نکال کر آزاد کر دینا بھی ہمدردی ہے۔ مگر انسان صرف پیٹ بھرنے اور کھانا کھانے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔ غیر سے آزاد ہو کر اپنا آپ غلام بن جانا یا دہریت اختیار کر لینا بھی عیب ہی ہے۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جیسا کہ وہ خود بھی تسلیم کر چکے ہیں اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسانوں کو انسان بنایا جائے۔ اُن کے پیدا کرنے والے سے اُن کا تعلق قائم کرایا جائے رام راج قائم کرایا جائے کہ دراصل یہی حقیقی ہمدردی ہے۔

۲۴

سلسلۂ اشاعتِ قرآن

اور میں

اس کتاب کے پچھلے صفحات میں جس کسی شے کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یا آئندہ لکھا جائے گا اس کی صرف ایک ہی غرض ہے جو میری زندگی کا مقصد اور "سلسلۂ اشاعت قرآن" کے اجراء کی غرض ہے۔

میں قرآنِ مجید کو روئے زمین کے ہر انسان کے لئے عمل کرنے کی کتاب سمجھتا ہوں اور اسی کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر طریقہ سے علم مع عمل کی دعوت سے ایک فضا میرے سامنے اُن لوگوں کی دو بڑی جماعت ہے جن کو میں مخاطب قرار دیکتا ہوں۔ غیر قوموں کے اہل الرائے افراد اور اُن کی تالیف و تصنیف یا اخبار و رسائل وغیرہ۔

دوسرے خود مسلمان اور ان کی تالیف و تصنیف یا ان کے اخبارات و رسائل اور تحریکات وغیرہ وغیرہ۔

میں جس عالم میں ہوں وہاں سے یہ سب چیزیں ایک ایک کر کے میرے سامنے سے گذرتی نظر آتی ہیں۔ اور جو آئینہ یا جو معیار قرآن مجید کا میرے پاس ہے اُن میں ان سب کے عیب و صواب کو دیکھتا ہوں۔ اور پھر ایک سرسری نظارے کے بعد معلوم کر لیتا ہوں کہ اس معیار پر کوئی تصویر پوری نہیں اُترتی۔

میرے کان ہر شخص سے قرآن کے متعلق باتیں سننے کی تمنا رکھتے ہیں میری آنکھیں ہر طرف قرآن مجید کے علم و عمل کو دیکھنے کی آرزو مند ہیں۔ اور میرا دل چاہتا ہے کہ دنیا کی سیاست قرآنی سیاست ہو۔ اور حکومتوں کا نظام آسمانی قوانین پر قائم ہو۔

میری روح پر ہمہ قرآن کا تخیل مستولی ہے۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ اس کے
خلاف کچھ اور دیکھوں اور اگر دیکھتا ہوں تو اس کو قرآن پر ظلم کے مترادف سمجھتا ہوں۔
کہ حق تو اس کا تھا جو دوسروں کو دیدیا گیا ہے۔
میں معذور ہوں کہ میں اس کے سوا اس سے ہٹ کر کسی کام یا تحریک کو پسند
نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ غیر قوموں کی طرف سے ہو یا خود مسلمانوں کی طرف سے
عوام تو خیر عوام ہیں۔ خواص سے بھی جب امید پوری ہوتی نظر نہ آئے۔ بلکہ برعکس
معاملہ ہو تو ایسے موقع پر آخر کون سی روش اختیار کی جا سکتی ہے اور جب حال یہ ہو کہ
بات سامنے کی ہو اور اس سے روگردانی کی جائے تو آخر کیا کیا جائے۔
حیرت ہوتی ہے اور ایک الجھن سی پیدا ہوتی ہے کہ دنیا سمجھنے کی بات کو کیوں
نہیں سمجھتی اور مسلمان جو اس کے دعویدار ہیں اُن کی سمجھ میں یہ بات کیونکر نہیں آتی
کہ آخر قرآن کے عام علم پر وہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کی جدوجہد کیوں نہیں
کرتے۔ اور جو کچھ کہنا اور جو کچھ کرنا ہو اُس کے لئے قرآن کو سامنے کیوں نہیں رکھتے۔
عام انسانوں سے جو شکایت ہے وہ اس لئے کہ قرآن کا جو دعویٰ ہے یا تو اس
دعوے کو یہ غلط ثابت کریں ورنہ بصورتِ دیگر اُس کے احکامات پر سر تسلیم خم کریں کہ
اُن کی نجات کا صرف یہی واحد طریقہ ہے۔
مسلمانوں سے صرف اس لئے گلہ ہے کہ ایک طرف تو قرآن کی عظمت کے
بھی قائل ہیں اس کی تعلیمات کو آسمانی تعلیمات کہتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کو پس پشت
بھی ڈالے ہوئے ہیں۔ نظرانداز بھی کئے ہوئے ہیں اور غلط مصرف بھی لے رہے ہیں۔
جس طرح دوسری قوموں کے رہنما، اہل الرائے افراد اور اخبارات و رسائل

اور مجالس وغیرہ اس لئے لائق تنقید ہیں۔ کہ گویا وہ اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے ملک کی رہنمائی کے دعوے دار ہیں۔

اسی طرح مسلمانوں کے رہنما بااثر اشخاص، علما، مشائخ، ان کی مجلسیں، ان کی تالیف وتصنیف اور ان کے اخبارات ورسائل۔ ان کے مدارس اور ان کے مواعظ وغیرہ خاص طور پر پرکھے جانے اور ٹوکے جانے کے لائق ہیں۔ کیونکہ عوام ان ہی کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے وہ ان ہی کے افعال کے نتائج ہوتے ہیں۔

قرآن کی اصولی تعلیم میں سے مسلمانوں کا متحد الخیال ہوکر ایک متحدہ محاذ پر جمع ہوکر زندگی بسر کرنا ہے مگر پہلی ہی نظر میں یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ ان کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے ان کی ہوا اکھڑی ہوئی، ان کی ساکھ مٹی ہوئی اور ان کی آواز بھانت بھانت ہے۔

یہی وہ مقام تھا جہاں پر مسلمان ہر طرف سے علحدہ ہوکر پہلے اسی چیز کو درست کر لیتے اور پھر کچھ کرتے مگر نہیں ایسا نہیں کیا جاتا۔ قرآن کی موجودگی میں آخر یہ کیوں اپنے اس مرض کو دور نہیں کر لیتے۔ سوچنے کی بات ہے جس کو ضرور سوچنا چاہیے۔

مسلمانوں کی اس وقت یہ حالت ہے کہ جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے اور جو دل میں آتی ہے کہتا ہے اور دوسروں سے بھی اسی کی امیدیں قائم کرتا ہے۔

یہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں عوام کے متعلق نہیں ہے بلکہ میرا روئے سخن خواص کی طرف ہے جن کے ہاتھوں میں کسی نہ کسی طور پر عوام بھی ہیں۔ اور ان کی غلط کاریوں کی سزا پا رہے ہیں۔

علما ایک طرح سے عجیب وغریب چیز ہو گئے ہیں اس لئے یہ جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں

وہ بھی عجیب ہی ہے۔

مشائخین کرام کا طبقہ بھی جس دنیا میں ہے اور مسلمانوں کو لے جارہا ہے ۔ وہ حسرت و ندامت کی چیز ہے۔

واعظ اور ان کے وعظ بھی بے وقت کے راگ ہیں اور چونکہ یہ کھلم کھلا عوام کو دعوت دینے والے ہیں اور عوام کو زیادہ تر ان ہی سے تعلق ہے اور وہ ان پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے اور بھی افسوسناک امر ہے۔

نئے قسم کے رہنما اور ان کی تحریکات سب کچھ سہی لیکن قرآنی نہیں ہے کیونکہ کبھی بھی ان کا قرآن سے تعلق نہیں رہا۔ اس لئے یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ اسلام کی ترجمانی اور مسلمانوں کی نمایندگی کے خلاف ہے۔

پرانے اور نئے قسم کی تعلیم گاہوں کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جن لوگوں کے متعلق ابھی کہا گیا۔ وہ ان ہی تعلیم گاہوں کی پیداوار ہیں۔

تالیف و تصنیف نے اب ایک فن کی حیثیت اختیار کر لیا ہے۔ چونکہ یہ چیز تجارت کے لئے ہوتی ہے اور پیشہ بن چکی ہے۔ اس لئے نام و نمود اور شہرت جس کا نتیجہ جلب منفعت ہو وہی اس کی اصلی غرض ہے۔ پھر ان سے کس قسم کی امید رکھی۔

اخبارات و رسائل قوم و ملک کے ترجمان ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ قوم و ملک کے بنانے میں ان کا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے۔

فن صحافت کو اس زمانہ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے مگر مسلمانوں کے اخبارات و رسائل کے پلندے کو سامنے رکھ لو۔ ان کے ذریعہ سے اگر رائے عامہ کا اظہار ہوتا ہو تو خدارا انصاف کرو کہ یہ کس حد تک قرآن کی روشنی پھیلا رہے ہیں یا

قرآن کی روشنی میں کچھ کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے اخبارات و رسائل کا رجحان کس طرف ہے، ان کی طلب کیا ہے
یہ اپنے ناظرین کو کس طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ یہ کیا دلوانا چاہتے ہیں، یہ کس صراطِ مستقیم
کو پیش کر رہے ہیں اور کس شاہدِ مقصود کے واسطے ان کی جدّ و جہد ہے۔

قوموں اور ملکوں کے سنوارنے اور بگاڑنے میں اخبارات و رسائل کا زبردست
ہاتھ ہوتا ہے۔ تو اس بدقسمت قومِ مسلمان اور اسلامی حکومتوں کے سنوارنے کے لئے
کون چیز صحافتِ اسلامی کے اندر ہے جو اور کہیں نہ ہو۔

اخبارات و رسائل، قوم و ملک کے ترجمان بھی ہیں لیکن قوم و ملک بھی اخبارات
رسائل کے زیرِ فرمان ہیں۔ ان کے روزمرہ میں صحافتی اثر کارفرما ہو جاتا ہے اور ان
کے رجحانات اور احساسات، وہی ہو جاتے ہیں جو ان کے قومی صحافت کے ہوتے
ہیں۔ اس لئے میری یہ تمنا ہے کہ ان کے اندر بھی وہی چیز نظر آئے، جسکا
نام قرآن ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے ملک کی فضا قرآنی فضا ہو اور مسلمانوں کی ذہنیت قرآنی ذہنیت
ہو جائے۔ پھر ان سے گزر کر دوسری قومیں بھی صراطِ مستقیم کو اختیار کر سکیں کہ حقیقت میں
نیکی یہی ہے اور کرنے کا کام یہی ہے۔

ہوا کے رُخ پر چلنا درخت کے پتوں کا کام ہے دریا کے بہاؤ میں بہ جانا خس و خاشاک
کا شیوہ ہے جس چیز کی مانگ ہو بازار میں اُسی چیز کا لانا تاجروں کا پیشہ ہے۔

آج ہوا کا رُخ بدلا ہوا ہے بےشک قرآن کی آج مانگ نہیں ہے مگر کام کرنے والوں
کے لئے یہی کام کا وقت ہے۔ اولوالعزم ہستیوں کی اسی وقت ضرورت ہے، انبیاء علیہم السلام
کی سنتیں ادا کرنے کا یہی زمانہ ہے۔

زمانہ موافق ہوا نہیں کرتا بلکہ زمانہ کو موافق کیا جاتا ہے۔ وقت کو بہتر بنایا جاتا ہے مجلس کے رنگ کو بدلا جاتا ہے اور فدائی دور پیدا کیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو دریا کا رُخ کچھ اور تھا۔ آپ نے اُس کے بہاؤ کو بدلا۔ خود وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لئے نمونہ قرار دیا عرب کے ریگستان میں مبعوث ہوئے تو ہوا کا رُخ حسب دل خواہ نہ تھا زمانہ آپ کے موافق نہ تھا۔ ابوجہل تھا ابولہب تھا امیہ بن خلف تھا۔ آپ نے اس میں سے کس کی پیروی کی کس کی رعایت کی۔

قرآن کی تلاوت کرو احادیث کو پڑھو سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔ اور تواریخ کو اُٹھا کر دیکھو کہ اِس برگزیدہ ہستی نے کیا کیا۔ ہوا کے رُخ کو بدلا یا نہیں۔ دریا کے بہاؤ کو پھیرا یا نہیں۔ اور زمانہ کو موافق کیا یا نہیں۔

غور کرو، دیکھو، سوچو اور صحیح نتیجہ تک پہنچو۔ کہ اگر زمانہ کی اتباع کی جاتی تو صدیق اکبر رضہ فاروق اعظم رضہ عثمان غنی رضہ اور حضرت علی رضہ کہاں سے آتے اور جو کچھ قرآن نے انقلاب کیا وہ

بڑی حیرت کا مقام ہے کہ قرآن والی قوم کی ہمتیں ایسی کیوں ہو گئیں اور ان کے منہ سے وہ کلمے کیوں نکلتے ہیں جو قرآن والی قوم کے شایان شان نہیں۔

حق پرستوں نے، حق کے علمبرداروں نے، اولوالعزموں نے اور نئی طرح ڈالنے والوں نے ہمیشہ یہی کیا ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور جس کی قرآن مقدس تعلیم دیتا ہے۔

(۲)

"سلسلۂ اشاعت قرآن" کو میں دوسرے اخبار و رسائل یا تالیف و تصنیف جیسا نہیں بنا سکتا۔ میں اس میں جائز و ناجائز اشتہارات شائع نہیں کر سکتا۔ میں اس میں فسانے اور غزلوں کی جگہ نہیں نکال سکتا۔ تصاویر سے زینت نہیں دے سکتا۔ میں اسکو فرقہ وارانہ

جھگڑے میں مبتلا نہیں کر سکتا۔ میں اس کو کسی پارٹی کا آلۂ کار قرار نہیں دے سکتا۔ الغرض وہ ایک بات بھی نہیں کر سکتا جو عوام کی طلب کی ہو اور جو عام طور پر خریداری بڑھانے اور طلب منفعت کے لئے کی جاتی ہیں۔

"سلسلۂ اشاعتِ قرآن" وہ جنس ہے جس کی آج مانگ نہیں بازار میں جس کی جگہ نہیں۔ مسلمان بھی اس کے خریدار نہیں۔ تاہم میں اس کو کیا کروں کہ جنس گراں مایہ صرف یہی ہے۔ بازار میں فقط اسی کی جگہ ہونی چاہئے اور بنی آدم کے لئے اسکی ضرورت سمجھتا ہوں۔

میں خریداروں کو خوش کر کے کیا کروں گا۔ مجھے تو صرف ایک کے خوش کرنے کی تمنا ہے اور یہ معلوم ہے کہ قرآن کے سوا وہ کسی اور چیز سے راضی نہیں ہو سکتا۔ پس خدارا مجھ سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں دنیا کے خوش کرنے کا سامان کیوں نہیں پیش کرتا۔

دنیا سنے یا نہ سنے۔ مجھے قرآن ہی سنانا ہے اگر دنیا قرآنی دنیا بن جائے اس وقت بھی میرے لئے سب سے زیادہ مقدس اور ضروری کام یہی ہے۔ اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ ایک شخص بھی میری بات نہیں سنے گا تو اس وقت بھی یہی خدمت سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ عزیز ہے۔

قرآن مجید کی خدمت میرا فرض ہے اور اس فرض سے میں اپنی آخری سانس تک سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس کی انجام دہی میں روحانی مسرت ہے۔

راہ کی مشکلات میں بھی مزا ہے۔ تنہا دشت پیمائی میں بھی لطف ہے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس مقصد کی ناکامی میں بھی بہت بڑی کامیابی ہے۔

مجھے امیری کی تمنا نہیں ہے کیونکہ امراء کی کمی نہیں۔ مجھے کوئی بڑی ملازمت یا منصب نہیں چاہئے۔ اسلئے کہ بس ایک ہی بندگی کو کافی سمجھتا ہوں۔ مجھے تاجر بننے کی بھی ہوس

نہیں کہ عاقبت کا سودا بہت ضروری ہے۔

میں کوئی ایسا مدرسہ نہیں قائم کرنا چاہتا۔ جیسے کہ اب سیکڑوں موجود ہیں اور جن کی پیداوار سے کسی قسم کی امید نہیں۔

میں کوئی اسلامیہ ہائی اسکول اور کالج کا بانی اور سکریٹری وغیرہ بھی ہونا نہیں چاہتا اسلئے کہ اس کے نتائج بھی سامنے ہیں۔

مجھے لیڈری کی خواہش بھی نہیں مجھے کسی فرقہ کا بانی اور کسی جماعت کا نمائندہ ہونا بھی منظور نہیں۔ کیونکہ میں ان میں سے ایک کو بھی قرآن کے معیار پر صحیح نہیں پایا۔

میں مصنف اور شاعر ہونیکو کیونکر پسند کر سکتا ہوں جبکہ قرآن سے فرصت نہیں اور قرآن کی موجودگی میں ان کی ضرورت بھی نہیں اور اس حالت میں تو یہ گناہ در گناہ ہیں جبکہ ان کی وجہ سے لوگ قرآن سے غافل اور محروم ہو جائیں۔

میں اپنے اندر شائخ بننے کی صلاحیت تو قطعاً نہیں پایا۔ میرے نزدیک بیعت تو قرآن مجید پر بیع ہو جانے کا نام ہے۔ اگر خدا کسی کو توفیق دے تو وہ لوگوں سے اس بات پر بیعت لے کہ قرآن مجید اس کی زندگی کا مقصد ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے دوسرونکی زندگی کا دستور العمل بھی۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ہ زمانہ کی قسم انسان بڑے نقصان میں ہے۔ صرف وہی نقصان سے مستثنیٰ ہے جو ایمان والا ہو عمل صالح سے آراستہ ہو اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرے اور ایک دوسرے کو اس پر جمے رہنے کی تاکید کرتا رہے۔

ایمان قرآن کے ذریعہ سے پیدا ہوگا۔ اور عمل صالح قرآن کے ذریعہ سے معلوم ہونگے حق قرآن کے اندر ہے۔ اور مستقل مزاجی قرآنی احکامات کی بجاآوری دکھلانیکی ضرورت ہے۔

اِس لئے انگریزی کا مریدی کے کوئی معنیٰ ہو سکتے ہیں تو قرآن کے ماننے اور منوانے میں مضر ہے
میں مولوی اور پروفیسر بننے کے لائق بھی نہیں جس طرح اس زمانہ کی مولویت ایک
گناہ ہے اسی طرح انگریزیت بھی ایک بڑی معصیت ہے۔ اگر مولوی مقررہ نصاب کی حد سے
تجاوز نہیں کرتے اور بے سوچے سمجھے سب کچھ کئے جا رہے ہیں اور قرآن کو روز بروز مجروحی
کی حالت میں ڈالتے جا رہے ہیں تو انگریزی تعلیم گاہوں کی تعلیم دینے والے قرآن پر ظلم
کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

ظلم کی تعریف کیا ہے یہی کہ جو جس کا حق ہو اُس کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جائے انسان
خدا کی ملکیت ہے خدا نے انسان کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ محکوم رہے اس کے لئے ایک
حکم نامہ دیا ہے جس کا نام قرآن ہے اِس لئے ایک انسان کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ
قرآن الحکیم میں وقت صرف کرنا چاہئے اور پھر جو کچھ ہو اسکے لئے ہو وہ بھی ضروری ہے مگر اُس کو بھی
قرآن کے لئے ہونا چاہئے اور قرآن کے تحت میں ہونا چاہئے۔ اس ملکِ ہندوستان میں
تو عموماً انگریزی تعلیم کی غرض پیٹ پالنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ وہ بھی غیر قوم کے تابع قرآن
بَن کر۔ والدین اپنی اولاد کو اسی لئے ان تعلیم گاہوں میں داخل کراتے ہیں۔ طلبا کی بھی یہی غرض
ہوتی ہے اور تعلیم دینے والے خود بھی نوکر ہوتے ہیں اور نوکری کی تعلیم دیتے ہیں۔

بہرحال میں مصیبتوں کی داستانِ طویل کو کہاں تک مختصر کر کے بیان کروں مجھے
ہر طرف قرآن سے دشمنی ہی نظر آتی ہے اور میں قرآن سے بُعد ہی پاتا ہوں اس لئے
میں صرف قرآن قرآن کرنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسکی توفیق
عطا فرمائے۔ اسکے ذریعے انسان بنائے مسلمان بنائے، اپنا عبد بنائے اور اپنی محبت میں زندہ رکھے،
اپنی محبت میں مارے۔ اور اپنی محبت میں دوبارہ اُٹھائے۔ آمین۔

ابو محمد مصلح

اِس لئے انگریزی کا مریدی کے کوئی معنیٰ ہو سکتے ہیں تو قرآن کے ماننے اور منوانے میں مضر ہے
میں مولوی اور پروفیسر بننے کے لائق بھی نہیں جس طرح اس زمانہ کی مولویت ایک
گناہ ہے اسی طرح انگریزیت بھی ایک بڑی مصیبت ہے۔ اگر مولوی مقررہ نصاب کی حد سے
تجاوز نہیں کرتے اور بے سوچے سمجھے سب کچھ کئے جا رہے ہیں اور قرآن کو روز بروز مجرمی
کی حالت میں ڈالتے جا رہے ہیں تو انگریزی تعلیم گاہوں کی تعلیم دینے والے قرآن پر ظلم
کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

ظلم کی تعریف کیا ہے یہی کہ جو جس کا مستحق ہو اُس کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جائے انسان
خدا کی ملکیت ہے خدا نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ محکوم رہے اس کے لئے ایک
حکم نامہ دیا ہے جس کا نام قرآن ہے اِس لئے ایک انسان کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ
قرآنی تعلیم میں وقت صرف کرنا چاہئے اور پھر جو کچھ ہو اُسکی ہو وہ بھی ضروری ہے مگر اُس کو بھی
قرآن کے لئے ہونا چاہئے اور قرآن کے تحت میں ہونا چاہئے۔ اس ملکِ ہندوستان میں
تو عموماً انگریزی تعلیم کی غرض پیٹ پالنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ وہ بھی غیر قوم کے تابع فرمان
بن کر، والدین اپنی اولاد کو اسی لئے ان تعلیم گاہوں میں داخل کراتے ہیں۔ طلبا کی بھی یہی غرض
ہوتی ہے اور تعلیم دینے والے خود بھی نوکر ہوتے ہیں اور نوکری کی تعلیم دیتے ہیں۔

بہرحال میں مصیبتوں کی داستانِ طویل کو کہاں تک مختصر کر کے بیان کروں مجھے
ہر طرف قرآن سے دشمنی ہی نظر آتی ہے، اور میں قرآن سے بُعد ہی پاتا ہوں اس لئے
میں صرف قرآن قرآن کرنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسکی توفیق
عطا فرمائے۔ اسکے ذریعے انسان بنائے مسلمان بنائے، اپنا عبد بنائے اور اپنی محبت میں زندہ رکھے،
اپنی محبت میں مارے۔ اور اپنی محبت میں دوبارہ اُٹھائے۔ آمین۔

ابو محمد مصلح

قرآن مجید کی تعلیم کا نیا طریقہ

اگر مسلمان اپنی آئندہ بہتری کے خواہاں ہیں تو ان کا فرض ہے کہ اپنی آنے والی نسل کی حالت کو بہتر بنا دیں۔ میں مسلمانانِ عالم سے کہونگا کہ خدارا وہ اپنی اپنی اولاد کو وہ چیز دیدیں جس کا نام قرآن ہے وہ اس کو کائنات کی دولت سمجھیں، وہ اس کو خدائی طاقت خیال کریں، وہ اسکو دین و دنیا کی بادشاہت تصور کریں۔

قرآن مجید اصل دین ہے۔ قرآن مجید اتحادِ عالم کا حامی ہے۔ قرآن مجید پستی سے اٹھا ترقی کے بام پر بٹھا دینے کا ضامن ہے۔

قرآن مجید زندگی ہے۔ قرآن مجید آبِ حیات ہے۔ قرآن مجید خدا کا آخری پیغام ہے اسلئے عموماً ہر انسان کی اور خصوصاً ہر مسلمان کی زندگی کا دستور العمل ہے۔

آفتابِ قرآن نے طلوع ہو کر صحرائے عرب کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی بدترین قوم کو اعلیٰ ترین بنا دیا تھا۔ پس آج بھی جبتک قرآن کا چراغ دوبارہ روشن نہ ہوگا تاریکی دور نہ ہوگی۔ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے اس لئے ان کو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر جبتک قرآن مجید کو اختیار نہیں کرتے آسمانی تائید حاصل نہیں ہوتی۔

میں کتاب کے تاجر سے ہر الدین سے ہر ذی اثر افراد اور قوم کی ہر خیر اندیش ہستی سے درخواست کرتا ہوں کہ اس قسم کی تفسیر کو یکمشت بطور ہدیہ کے لیکر ہر گھر ہر مدرسہ ہر مسجد اور ملک کے ہر گوشہ میں پہنچا دیں۔

یہ پارۂ عمّ کی تفسیر ہے۔ بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مگر نوجوان اور بوڑھوں کے فائدے کی بھی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی تعلیم کا نیا طریقہ بتایا گیا ہے۔ جس سے چار، پانچ برس کے بچے اور بچیاں بھی قرآن مجید کو معنی و مطلب کے ساتھ یاد کر سکینگے۔ اس میں روزے نماز، حج زکواۃ اور قربانی وغیرہ کے ارکان اور مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں جو اس قسم کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ بچوں کی تفسیر تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے اور جلد ہی اسکا ہدیہ ایک روپیہ ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔

میری التجا ہے کہ خدا بزرگ و برتر بچوں کی تفسیر کو قبولِ عام عطا فرمائے اور مسلمانوں کی آئندہ نسل علمبردارِ قرآن ہو کر روئے زمین پر حکومتِ الٰہی عبدیتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی کا دور دورہ کرے۔ آمین

ابو محمد مصلح
دفتر قرآنی تحریک حیدرآباد دکن